احادیثِ نزولِ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط:۱۴)

حافظ عبیداللہ

حدیث نمبر 12:

''(امام مسلم فرماتے ہیں) مجھ سے بیان کیا **ابو خیثمة زُهير بن حرب** اور **محمد بن مهران الرازی** نے (یہ دونوں کہتے ہیں) بیان کیا ہم سے **ولید بن مسلم** نے، وہ کہتے ہیں بیان کیا ہم سے **عبدالرحمن بن یزید بن جابر** نے، اُن سے **یحییٰ بن جابر طائی** نے، اُن سے **عبدالرحمن بن جبیر بن نُفَیر** نے، اُن سے ان کے والد **جُبیر بن نُفیر** نے، اُن سے **حضرت نواس بن سَمعان**ؓ نے بیان کیا...... (طویل حدیث ہے جس میں دجّال اور یاجوج وماجوج کے خروج کا بیان ہے، اسی میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ) **اِذ بَعَثَ اللّٰہُ عیسیٰ بن مریم، فَیَنزِلُ عِندَ المَنارةِ البَیضَاءِ شَرقَي دِمَشق......الی آخر الحدیث۔**''

(دجال اپنی شعبدہ بازیاں دکھا رہا ہوگا کہ) اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ ابن مریم ؑ کو بھیجیں گے پس آپ دمشق شہر کے مشرقی حصے میں سفید مینارے کے پاس نازل ہوں گے۔

(صحیح مسلم، ح 110(2937)، باب ذکر الدجّال وصفته وما معه)

فائدہ: یہی حدیث امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں ''ولید بن مسلم'' سے ''صفوان بن صالح دمشقی'' کے واسطے سے اور امام احمد بن حنبل نے بلاواسطہ ''ولید بن مسلم'' سے روایت کی ہے۔

(سنن ابی داود، حدیث نمبر: 4321 /مسند احمد، حدیث نمبر: 17629)

راویوں کا تعارف

<u>ابو خیثمة زُهیر بن حرب</u>: ان کا تعارف ہو چکا۔

<u>محمد بن مهران الجَمَّال (ابو جعفر) الرازي</u>

امام ذہبی نے ان کے بارے میں لکھا ہے: ''**الحافظ الثقة**'' (حدیث کے حافظ اور ثقہ)۔ ابو حاتم رازی نے انہیں ''صدوق'' (سچا) کہا۔ یحییٰ بن معین نے ان کے بارے میں کہا: ''لیس به بأس'' (ان کی حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں)۔ حافظ ابن حجر نے انہیں ''ثقہ اور حافظ'' کہا ہے۔ ابن حبان نے انہیں ''ثقہ'' لوگوں میں شمار کیا ہے۔ ان کی

وفات 239ھ کے قریب ہوئی۔

(الجرح والتعدیل، ج 8 ص 93 /تھذیب التھذیب، ج 9 ص 478 /سیر اعلام النبلاء، ج 11 ص 143 /تقریب التھذیب، ص 509 /الثقات لابن حِبان، ج7 ص 435 /التاریخ الکبیر، ج1 ص 245)

صفوان بن صالح بن صفوان بن دینار الدمشقي أبو عبدالملک

سنن ابی داؤد کی سند میں ولید بن مسلم سے روایت کرنے والے صفوان بن صالح ہیں، امام ذہبی نے ان کا تعارف یوں کروایا ہے: ''**الحافظ المحدث الثقة، مؤذن جامع دمشق**'' (حدیث کے حافظ، محدث، ثقہ، اور دمشق کی جامع مسجد کے مؤذن تھے)۔ امام ابوداؤد نے کہا: ''یہ حُجت ہیں''۔ ابوحاتم رازی نے کہا: ''**صدوق**'' (سچے ہیں)۔ امام ترمذی، مسلمة بن قاسم اور ابوعلی الجیانی نے انہیں ''ثقہ'' کہا۔ ابن حِبان نے بھی ان کا شمار ''ثقہ'' لوگوں میں کیا ہے۔ ابن حِبان کے مطابق یہ سنہ 168 یا 169 ہجری میں پیدا ہوئے اور ان کی وفات سنہ 257 ہجری میں ہوئی۔

(الجرح والتعدیل، ج4 ص 425 /تھذیب التھذیب، ج4 ص 426 /سیر اعلام النبلاء، ج 11 ص 475 /تاریخ دمشق، ج 24 ص 137 /الثقات لابن حِبان، ج8 ص 321 /التاریخ الکبیر، ج4 ص 309 /تاریخ الاسلام، ج5 ص 841 /الکاشف، ج1 ص 503)۔

الولید بن مسلم: ان کا تعارف حدیث نمبر 7 میں ہو چکا۔

عبدالرحمن بن یزید بن جابر (ابو عُتبة) الأزدي الدمشقي

امام ذہبی نے ان کا تعارف یوں کرایا ہے: ''**الإمام الحافظ، فقیه الشام**'' امام، حافظ اور شام کے فقیہ، نیز لکھتے ہیں کہ ''یہ اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دورِ خلافت میں پیدا ہوئے اور میرے خیال میں انہوں نے بعض صحابہ کو بھی دیکھا ہے''۔ یحیٰی بن معین، ابوحاتم، ابن سعد، نسائی، عجلی، ابن حِبان اور دوسرے ائمہ نے انہیں ''ثقہ'' کہا ہے۔ ابن المدینی کہتے ہیں کہ ''ان کا شمار صحابہ کے بعد فقہاء شام کے دوسرے طبقہ میں ہوتا ہے''۔ امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ: ''**هو من ثقات الناس**'' وہ ثقہ لوگوں میں سے ہیں۔ خلیفہ بن خیاط اور ابن حِبان کے مطابق ان کی وفات سنہ 153 ہجری میں ہوئی۔ ان کا تعارف مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہے۔

(الجرح والتعدیل، ج 5 ص 299 /التاریخ الکبیر للبخاري، ج 5 ص 365 /تھذیب الکمال، ج18 ص5 /تاریخ الاسلام للذھبي، ج4 ص 132 /تذکرة الحفاظ، ج 1 ص 137 /سیر اعلام النبلاء، ج7 ص 176 /تھذیب التھذیب، ج6 ص 297 /معرفة الثقات للعِجلي، ج 2 ص 90 /الثقات لابن حِبان، ج7 ص 81 /میزان الاعتدال، ج2 ص 599 /الکاشف، ج1 ص 568 وغیرھا من الکتب)

ایک وضاحت: حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ ''**وقال الفلاس ضعیف الحدیث وهو عندهم من أهل الصدق، روی عند أهل الکوفة أحادیث مناکیر**'' فلاس (ابوحفص عمرو بن علی البصری) نے کہا ہے کہ وہ ضعیف الحدیث ہیں، جب کہ اُن (یعنی ائمہ رجال) کے نزدیک وہ سچے ہیں، کوفہ والوں کے نزدیک انہوں

نے منکر احادیث روایت کی ہیں۔ پھر حافظ ابن حجر نے خود ہی خطیب بغدادی کے حوالے سے لکھا ہے کہ: ”قــال الـخطيب كأنه اشتبه على الفلاس بابن تميم “ لگتا ہے کہ فلاس کو ”عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم“ کا شبہ ہوا ہے (ابن تمیم ضعیف ہیں نہ کہ ابن جابر)۔

تمنائی مفروضے اور مغالطے:

قارئین محترم! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ائمہ رجال وجرح وتعدیل نے عبدالرحمن بن يزيد بن جابر الأزدي کو ثقہ اور قابل اعتماد فرمایا لیکن یہاں عمادی صاحب نے اپنے ”فنِ تلبیس“ کا خوب مظاہرہ کیا ہے، لکھتے ہیں:۔

”عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر جو تنہا ذمہ داران حدیثوں کے ہیں وہ نہایت مجروح اور بالکل نا قابل اعتبار شخص ہیں۔ مگر ایسے موقع پر محدثین یہ کرتے ہیں کہ اس ایک شخص کو دو شخص قرار دے دیتے ہیں، کنیت یا نسبت کا فرق پیدا کر کے یا دادا پردادا کسی کا نام بدل کر یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ جرحیں تو فلاں کے متعلق ہیں اور فلاں تو ثقہ ہے مجروح نہیں...... (پھر ذرا آگے لکھتے ہیں)...... یہاں بھی عبدالرحمٰن بن جابر بن یزید (غالباً عمادی صاحب عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر لکھنا چاہتے تھے۔ ناقل) کو دو شخص قرار دے دیا ہے، اور ایک کو تمیمی السلمی لکھ کر اس کو اُن جرحوں کا مستحق قرار دیا ہے جو جرحیں متقدمین ائمہ رجال نے عبدالرحمٰن بن جابر بن یزید (پھر غلط نام لکھا۔ ناقل) پر کی ہیں اور جس کے نام کو تمیمی کی قید سے آزاد رکھا ہے، مگر اس کو کیا کِیا جائے کہ باوجود اس کے تھوڑی بہت جرح کہ فلاس نے ان کو ضعیف کہا ہے اور اہل کوفہ کے پاس انہوں نے بہت سی منکر حدیثیں روایت کیں، اتنا ان کے متعلق بھی قلم سے نکل ہی گیا اور حقیقت یہ ہے کہ دونوں عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر ایک ہی ہیں اور متقدمین ائمہ رجال کی ساری جرحیں انہیں ایک کے متعلق ہیں اور یہی تنہا ان حدیثوں کے ذمہ دار ہیں جو نواس بن سمعان سے مسلم، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں روایت کی گئی ہیں اور ان کے ساتھ مل کر دوسرے دو تین شامیوں، خراسانیوں نے نواس وسمعان کے نام گھڑے“۔

(انتظارِ مہدی ومسیح، ص 208-209)

قارئین محترم! یہ تحریر عمادی صاحب کی غلط بیانیوں اور تلبیسات کا مجموعہ ہے، سب سے پہلے عمادی صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ ”عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر نہایت مجروح اور نا قابل اعتبار ہیں“، ہم نہیں جانتے یہ بات عمادی صاحب کو الہام ہوئی یا ان پر وحی نازل ہوئی، کیونکہ اُن کے دنیا میں آنے سے پہلے گزرے ائمہ رجال تو ”عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر“ کو ثقہ اور قابل اعتبار کہتے اور لکھتے ہیں جیسا کہ ہم باحوالہ بیان کر چکے، پھر عمادی صاحب نے اپنے اس دعوے کی کوئی دلیل بھی پیش نہیں کی لہٰذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ عمادی صاحب کا یہ دعویٰ بلا دلیل اور ان کی تلبیس کا شاہکار ہے، ہم

صرف اتنا عرض کریں گے کہ:

گو فکرِ خداداد سے روشن ہے زمانہ　　آزادیِ افکار ہے ابلیس کی ایجاد

اس کے بعد عمادی صاحب نے دو الگ الگ شخصیتوں کو ایک بنانے کی اپنی مشہورِ زمانہ ''شعبدہ بازی'' دکھائی ہے، جس سے ان کے ''یارانِ طریقت'' نے تو خوب انہیں داد دی ہوگی لیکن افسوس علمی میدان میں خیالی قصے کہانیوں اور افسانوں کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، چودھویں صدی میں پیدا ہونے والا ایک شخص بغیر کسی دلیل کے صرف اپنے اٹکل پچو سے ہمیں یہ بتا رہا ہے کہ ''**عبدالرحمن بن یزید بن جابر الأزدی**'' اور ''**عبدالرحمن بن یزید بن تمیم السلمی**'' ایک ہی شخصیت ہے، جبکہ ائمہ جرح وتعدیل ان دونوں کا تعارف الگ الگ شخصیت کے طور پر کراتے ہیں، پہلے کا تعارف تو آپ نے پڑھ لیا، اگر **عبدالرحمن بن یزید بن تمیم السلمی** کے بارے میں جاننا ہو تو مندرجہ ذیل کتابوں میں دیکھ لیا جائے:

(الجرح والتعديل، ج5 ص300 /التاريخ الكبير للبخاري، ج5 ص365/تاريخ الاسلام للذهبي، ج4 ص131 /سير اعلام النبلاء، ج7ص 177 /تهذيب التهذيب، ج6 ص295).

پھر کتب اسماء الرجال میں ''**عبدالرحمن بن یزید بن جابر الأزدي**'' کے ایک بھائی کا بھی تعارف موجود ہے جن کا نام ''**یزید بن یزید بن جابر الأزدي**'' ہے، اُن کی وفات سنہ 133 یا 134 ہجری میں ہوئی، احمد بن حنبل، نسائی، یحییٰ بن معین، سفیان بن عیینہ، ابوداؤد، ابن حبان اور عجلی سب نے انہیں بھی ثقہ کہا ہے۔ ابن ابی حاتم نے اپنے والد ابوحاتم رازی سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''میں شام میں رہنے والوں میں سے زہری اور مکحول کے بعد سلیمان بن موسیٰ اور یزید بن یزید بن جابر کو پسند کرتا ہوں''۔ تفصیل کے لئے دیکھیں:

(الجرح والتعديل، ج9 ص296 /التاريخ الكبير للبخاري، ج8 ص369/تاريخ الاسلام للذهبي، ج3 ص757 /سير اعلام النبلاء، ج6ص 158 /تهذيب التهذيب، ج11 ص370 /معرفة الثقات للعجلي، ج2 ص371 /ثقات ابن حِبان، ج7 ص619).

اسی طرح اِن ''**عبدالرحمن بن یزید بن جابر الأزدي**'' کے ایک بیٹے ''**ابو اسماعیل عبداللّٰہ بن عبدالرحمن بن یزید بن جابر**'' کا ذکر بھی کتب رجال میں ملتا ہے اور یہ بھی یحییٰ بن معین، نسائی اور ابوحاتم کے نزدیک صالح الحدیث اور قابل قبول ہیں، ابن حِبان نے انہیں ''ثقہ'' کہا ہے۔

(الجرح والتعديل، ج5 ص98 /التاريخ الكبير للبخاري، ج5 ص134/تاريخ الاسلام للذهبي، ج4 ص876 /تهذيب الكمال، ج15ص 221 /تهذيب التهذيب، ج5 ص298 /ثقات ابن حِبان، ج8 ص335).

کاش عمادی صاحب اس بارے میں بھی اپنی تحقیق پیش فرما دیتے کہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کے بھائی اور بیٹے بھی اصلی ہیں یا یہ بھی دوسرے ''عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم السلمی'' کے بھائی اور بیٹے ہیں۔

پھر عمادی صاحب نے محدثین کرام پر یہ بہتان لگایا کہ ”ایسے موقع پر محدثین یہ کرتے ہیں کہ اس ایک شخص کو دو شخص قرار دے دیتے ہیں، کنیت یا نسبت کا فرق پیدا کر کے یا دادا پردادا کسی کا نام بدل کر یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ جرحیں تو فلاں کے متعلق ہیں اور فلاں تو ثقہ ہے مجروح نہیں“۔اس کے جواب میں ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ:

وہ فریب خوردہ شاہین کہ پلا ہو کرگسوں میں — اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسمِ شاہبازی

ورنہ کہنے کو ہم بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب کسی ثقہ راوی کو ”مجروح اور نا قابل اعتبار“ ثابت کرنا ہو تو منکرینِ حدیث کے محدث العصر اُس کا ہم نام کوئی مجروح راوی ڈھونڈتے ہیں اور پھر یہ شوشہ چھوڑتے ہیں کہ وہ ثقہ اور یہ مجروح دونوں ایک ہی شخصیت ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ صحیح مسلم کی زیرِ بحث حدیث میں **عبدالرحمن بن یزید بن جابر الأزدی** علماء جرح وتعدیل کے نزدیک ثقہ ہیں، بلکہ صرف یہی نہیں ان کے بھائی اور بیٹے بھی ثقہ ہیں، عمادی صاحب کی یہ ”شعبدہ بازی“ علمی دنیا میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

یحییٰ بن جابر الطائي القاضي الشامي (ابو عَمرو)

اس حدیث کے اگلے راوی ہیں ”یحییٰ بن جابر الطائی“، یہ حِمص کے قاضی تھے۔ یحییٰ بن معین نے انہیں ”ثقہ“ کہا ہے۔ابوحاتم رازی نے انہیں ”**صالح الحدیث**“ (اچھی حدیث والے) کہا ہے۔عجلی نے لکھا ہے ”**شامي تابعي ثقة**“ (یہ شامی ہیں اور ثقہ تابعی ہیں)۔ ابن حِبان نے بھی انہیں ”ثقہ“ لوگوں میں شمار کیا ہے۔ان کی وفات سنہ 126 ہجری میں ہوئی۔

(تهذيب التهذيب، ج11 ص191 /معرفة الثقات للعجلى، ج2 ص349 /ثقات ابن حِبان، ج5 ص520)

عبدالرحمن بن جُبير بن نفير الحضرمي الشامي (ابو حميد)

امام ابوزرعہ، امام نسائی اور ابن سعد نے انہیں ”ثقہ“ کہا ہے، ابوحاتم نے انہیں ”صالح الحدیث“ (اچھی حدیث والے) کہا ہے۔ابن حِبان نے بھی انہیں ”ثقہ“ لوگوں میں شمار کیا ہے۔ ان کی وفات 118 ہجری میں ہوئی۔

(تهذيب التهذيب، ج6 ص154 /تاريخ الاسلام للذهبي، ج3 ص271 /ثقات ابن حِبان، ج5 ص791)

جبير بن نفير بن مالک الحضرمي (ابو عبدالرحمن)

یہ پہلے گزرے ”عبدالرحمٰن بن جبیر“ کے والد ہیں۔ان کے بارے میں ابوحاتم رازی کہتے ہیں کہ ”**ثقة من كبار التابعين**“ ”یہ بڑے تابعین میں سے ہیں اور ثقہ ہیں۔ابوزرعہ نے بھی انہیں ”ثقہ“ کہا ہے۔امام نسائی کہتے ہیں کہ:

”**ليس أحد من كبار التابعين احسن رواية عن الصحابي من ثلاثة، قيس بن ابي حازم، وابي عثمان**

النهدي، وجبير بن نفير '' کبار تابعین میں سے صحابہ سے سب سے اچھی روایت کرنے والے تین ہیں، قیس بن ابی حازم، ابوعثمان نہدی اور جبیر بن نفیر۔ ابن سعد نے انہیں ''ثقہ'' کہا ہے، ابن خراش نے کہا ہے: ''**هـو مـن أجـل تـابعي الشام**'' آپ شام کے جلیل القدر تابعین میں سے ہیں۔ امام ابوداؤد سے بھی ایسی ہی بات منقول ہے۔ ابن حبان نے انہیں ''ثقہ تابعین'' میں شمار کیا ہے۔ عجلی نے بھی انہیں ''ثقہ تابعی'' کہا ہے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کا زمانہ پایا ہے لیکن اسلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قبول کیا۔ ان کی وفات سنہ 75ھ میں ہوئی، بعض نے 80ھ بتائی ہے۔

(تهذيب التهذيب، ج2 ص64 /سير اعلام النبلاء، ج4 ص76 /الجرح والتعديل، ج2 ص512 وغيرها)

نواس بن سمعان الكلابي (رضى اللّٰه عنه)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ: ''**صـحـابي مشهور** '' یہ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔ انہوں نے سنہ 50 ہجری کے قریب وفات پائی، ان کا تذکرہ اُن تمام کتابوں میں موجود ہے جو صحابہ کرامؓ کے تعارف پر مشتمل ہیں مثلاً دیکھیں:

(أسد الغابةفي معرفة الصحابة، ج5 ص345 /الاستيعاب فى أسماء الأصحاب، ج2 ص319 /الاصابة فى تمييز الصحابة، ج11 ص136 /معجم الصحابة لابن قانع، ج3 ص163 /معرفة الصحابة لابي نعيم الاصبهاني، ج5 ص2701 /التاريخ الكبير للبخاري، ج8 ص126 /الجرح والتعديل، ج8 ص507 /تهذيب الكمال، ج30 ص37 /تاريخ الاسلام، ج2 ص445 /الوافي بالوفيات للصفدي، ج27 ص108 /تهذيب التهذيب، ج10 ص480 /تبصير المنتبه بتحرير المشتبه لابن حجر العسقلاني، ج4 ص1427 /ثقات ابن حِبان، ج3 ص11 /الكاشف، ج2 ص327، تقريب التهذيب، ص566 وغيرها من الكتب) .

تمنا عمادی کی خیالی منطق اور سینہ زوری

عمادی صاحب نے حدیث دشمنی میں حضرت نوّاسؓ بن سمعان کی صحابیت کا ہی انکار کر دیا ہے اور اپنی کتاب میں حضرت نوّاسؓ بن سمعان کو ''خود ساختہ صحابی'' اور ''من گھڑت صحابی'' جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے (دیکھیں صفحات 202، 267، 271 اور 291 وغیرہ)۔ یقیناً انہیں یہ بات الہام یا وحی کے ذریعے ہی معلوم ہوئی ہوگی اور ان کے ''یارانِ طریقت'' اپنے ''محدث العصر'' کے اس دعویٰ بلا دلیل پر آنکھیں بند کر کے ایمان بھی لے آئے ہوں گے۔ لیکن علمی میدان میں ''میں نہ مانوں'' جیسی دلیل کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

عمادی صاحب نے دو تین ورق جن باتوں پر سیاہ کیے ہیں اُن کا خلاصہ یہ ہے:

(1)...... حضرت نوّاسؓ بن سمعان کا جو سلسلہ نسب ائمہ کرام نے بیان فرمایا ہے اس میں ایک نام ''عبداللہ بن ابی بکر'' آتا ہے، کوئی کہتا ہے کہ یہ حضرت نوّاسؓ کے والد ''سمعان'' کے دادا ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ اُن کے دادا کے دادا ہیں۔

(2)...... ان کے بارے میں کتابوں میں صرف یہ لکھا ہے کہ ''ان کا شمار شامیوں میں ہوتا ہے''، لیکن یہ کسی نے نہیں بتایا کہ یہ شام

کے قدیم باشندے تھے یا شام میں آ کر بس گئے تھے، نیز یہ بھی کسی نے نہیں بتایا کہ یہ شام کے کس شہر یا گاؤں کے رہنے والے تھے۔ نیز کتبِ حدیث میں ان سے کچھ احادیث ہی مروی ہیں اور وہ بھی اُن سے شامیوں کے سوا کوئی اور روایت نہیں کرتا۔

(3)...... پھر عمادی صاحب نے تاریخ کی بعض کتابوں میں مذکور حضرت نوّاس ؓ کے والد ''سمعان'' کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کیا ہے، ساتھ ہی تاریخ طبری کے حوالے سے ان عورتوں کا ذکر لے بیٹھے ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے نکاح میں آئیں، ان میں ایک ''سمعان'' کی بہن بھی ذکر کی جاتی ہیں (یعنی حضرت نوّاس ؓ کی پھوپھی)

(4)......آخر عمادی صاحب کی تان یہاں ٹوٹتی ہے کہ چونکہ ''سمعان کی بہن کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے نکاح کا واقعہ جھوٹ ہے'' لہٰذا ثابت ہوا کہ ''نوّاس'' اور ''سمعان'' اور ان کی وہ بہن جن کا ذکر کیا جاتا ہے یہ سب ''فرضی'' لوگ ہیں۔

ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اگر حضرت نوّاس ؓ کی پھوپھی کے بارے میں کوئی واقعہ ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے جھوٹے ہونے سے حضرت نوّاس ؓ کا فرضی شخصیت ہونا کیسے ثابت ہوا؟۔ اگر ان کے سلسلہ نسب میں تین چار پشتوں کے بعد ''عبداللہ'' نامی شخص کے بارے میں یہ شک ہے کہ یہ ان کے والد کے دادا ہیں یا دادا کے دادا تو اس سے حضرت نوّاس ؓ کی شخصیت ''من گھڑت'' کیسے ہوگئی؟۔ اگر حضرت نوّاس ؓ سے مروی احادیث کی تعداد بہت کم ہے تو اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ یہ کوئی شخصیت ہی نہیں؟ عمادی صاحب بار بار ''**الاصابة**''، ''**الاستیعاب**'' اور ''**اسد الغابة**'' جیسی کتب کا تذکرہ کرتے ہیں، کیا ان کتب میں مذکور تمام صحابہ کرامؓ سے احادیث کی کثیر تعداد مروی ہے؟ بلکہ ایک کثیر تعداد تو ایسی ہے جن سے ایک روایت بھی مروی نہیں، تو کیا اُن سب کو ''فرضی شخصیت'' قرار دے دیا جائے؟۔ اگر کتب رجال میں کسی شخصیت کے بارے میں یہ لکھا ہو کہ ''یہ شامی ہے'' لیکن اس کے گاؤں یا شہر کا نام نہ لکھا ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ شخصیت جعلی ہے؟۔ اگر مثلاً کسی مدنی راوی سے حدیث بیان کرنے والے صرف مدنی ہی ہوں اور کوئی نہ ہو تو اس سے یہ ثابت ہوگا کہ وہ ''مدنی'' کوئی شخصیت ہی نہیں؟۔ اس عقل پر رونے کے سوا کیا کِیا جاسکتا ہے۔ عمادی صاحب کا تو یہ حال ہے:

ہم طالبِ شہرت ہیں ہمیں ننگ سے کیا کام بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

دعویٰ تو یہ کیا کہ ''نوّاس بن سمعان'' ایک خودساختہ صحابی ہیں، اور دلیل کے طور پر غیر متعلقہ افسانے بیان کیے جارہے ہیں جن کا دعوے کے ساتھ دور دور تک کوئی واسطہ نہیں، حقیقت یہی ہے کہ حضرت نوّاس ؓ ایک صحابی ہیں اسی پر تمام علماء رجال ومحدثین کا اتفاق ہے، لیکن:

آنکھیں ہیں اگر بند تو پھر دن بھی رات ہے اِس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا؟